اب معاشی آزادی کی ہے۔ معیشت کے ضمن میں ہم روٹی دو طریقوں سے کما سکتے ہیں۔ ایک طریقہ دشمن کی کڑی شرائط پر، ظالم بنیوں کے دست نگر بن کر، سودی قرضوں کے بل بوتے پر مفت خوری کرنا اور دوسرا طریقہ اپنے قوت بازو سے کما کر عزت کی زندگی گزارنا ہے۔ لہذا ہم اگر اپنے قوت بازو سے کمانے کی عادت پیدا کریں گے تو ہمیں معاشی آزادی ملے گی۔ اور اگر ہم PL-480 پر انحصار کرتے ہوئے مفت خوری کی عادت جاری رکھیں گے تو معاشی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہیں گے۔ PL-480 امریکہ کی ایک پالیسی ہے جس کے تحت کاہل اور سست اقوام کو خوراک اور دوسری اشیائے ضروریہ مفت دی جاتی ہے تاکہ وہ اقوام اپنے قوت بازو پر انحصار کر کے خود کفالت کی طرف نہ بڑھ سکیں۔ اور وائٹ ہاؤس جب چاہے بیک جنبش قلم ان کی سیاسی اور دفاعی آزادیوں پر بھی قدغن لگائے۔

لہذا اسلامی ممالک کو صدام حسین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک دوسرے کو ہڑپ کرنے کی فکر میں لگے رہنے کے بجائے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون کو عملاً رواج دے کر اپنی مشترکہ منڈی اور ''یورو'' کی شکل میں مشترکہ سکہ رائج کر کے اپنی حیثیت کو منوانا ہوگا۔ تب ترقی یافتہ دنیا ہمارے ساتھ برابری کی بنیاد پر معاملات کرنے پر مجبور ہوگی اور اعلانیہ استحصال کا یہ سلسلہ خود بخود ختم ہو کر یہود و ہنود اور مغرب و مشرق اپنے آپ کو آقا اور ہمیں غلام سمجھنے کا نظریہ منسوخ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

﴿وتلك الايام نداولها بين الناس﴾ (ال عمران۔۱۴۰)

☆ ☆ ☆

خوشی و غمی

ولدتك امك يا ابن آدم باكيا و الناس حولك يضحكون سرورا

حافظ لنفسك ان تكون اذا بكوا في يوم موتك ضاحكا مسرورا

اے ابن آدم تجھے تیری ماں نے اس حال میں جنا کہ تو رو رہا تھا اور تیرے ارد گرد لوگ خوشی سے ہنس رہے تھے۔

اب تو اپنی ذات کا خیال رکھو کہ جب لوگ تیری موت پر روئیں تو اس وقت تو خوشی سے ہنس رہا ہو۔

ارض بلتستان کا مختصر تعارف

اسماعیل عبدالغفور

ارض پاکستان کے شمال میں وادی بلتستان قدرت کی بے مثل صناعی کا ایک ایسا لاجواب شاہکار ہے۔ جس کو دیکھنے کے بعد کائنات کے تمام رنگ یکدم پھیکے پڑتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ سارے مناظر اپنی دلکشی کھو دیتے ہیں اور قدیم قبائلی نقشیں عبائیں لپٹی ہوئی جدید طرز زندگی کو حیرت سے تکتی ہیں۔ سیدھی سادی' پر سکون وادی بلتستان اپنے خیرہ کن جلوؤں سمیت ہنگاموں میں آبستی ہے۔ فلک بوس پہاڑوں کی ناقابل شکست آغوش میں محو خواب بلتستان کی سرسبز و شاداب قدرتی حسن سے مالامال وادی پر فطرت نے اپنے خزانے وا کر دیئے ہیں۔ پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں شامل وادی بلتستان اپنے قدرتی حسن و دلکشی کی بنا پر ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ جس نے اپنے جلو میں جن فطرتی خزانوں کو سمیٹ رکھا ہے انہیں الفاظ میں بیان کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

شمالی علاقہ جات کا اطلاق گلگت' بلتستان' گانچھے' دیامر اور غذر کے اضلاع پر ہوتا ہے ان کے شمال مغرب میں افغانستان' شمال میں چین' اور مشرق و جنوب میں کشمیر و لداخ کے وہ علاقے ہیں جن پر بھارت نے ظالمانہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ تقریباً ساڑھے ستائیس ہزار مربع میل رقبہ پر پھیلے ہوئے ان علاقوں میں قدرت کے عجائبات صدیوں سے موجود ہیں۔ وسیع و عریض گلیشیر' ہزاروں فٹ بلند پہاڑ' تنگ وادیاں' گہری کھائیاں اور بل کھاتی پر جوش ندیاں اس علاقے کی خصوصی شناخت ہیں۔ جن کے درمیان زندگی سرکتی' چلتی' بہتی' لڑھکتی' کھسکتی اور آگے بڑھتی دکھائی دیتی ہے۔

دنیا کی بعض بلند ترین پہاڑی چوٹیاں ان علاقوں میں متمکن ہیں۔ ان میں دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو کے علاوہ دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ سیاچن گلیشیر' کرگل' دراس کے مشہور محاذ جنگ اور مشہ بروم' نانگا پربت کے علاوہ ۳۰ ایسی چوٹیاں ہیں جن کی بلندی ۲۴ ہزار فٹ سے زیادہ ہے۔

دس ہزار مربع میل پر پھیلی ہوئی وادی بلتستان کی رنگا رنگ و سحر خیز وادی کی کل آبادی مردم شماری ۹۸ء کے مطابق 3,03,214 ہے جو دور دراز پہاڑوں' کہساروں اور ہری بھری وادیوں کے دامن میں یکسانیت کے ساتھ حیران کن حد تک پر سکون زندگی گزارتی چلی آرہی ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود اس نے اپنا چولا نہیں بدلا ہے۔ قدیم تہذیب سے بلتستان کا رشتہ آج بھی اتنا مضبوط و مستحکم ہے کہ یہاں کی زندگی کا مشاہدہ' دیکھنے والوں کو سینکڑوں سال قدیم اس دنیا میں پہنچا دیتا ہے' جہاں کچھ بھی غلط نہیں تھا۔ ہر چیز اپنی لگی بندھی رفتار سے چلتی تھی اور دنیا کی سب سے بڑی عیاشی سانس کی آمد و رفت تھی۔

محققین کے مطابق سکندر اعظم کے بر صغیر پر حملہ کے دوران' اس کے کئی جرنیل بھٹک کر گلگت کے علاقہ میں آگئے تھے' جس کے بعد انہوں نے واپس جانا منظور نہیں کیا اور یہیں کے ہو رہے۔ انہی لوگوں سے بلتستان میں آبادی کا آغاز ہوا یہی لوگ موجودہ آبادی کے جد امجد تھے۔

سولہویں صدی عیسوی سے قبل کا بلتستان عدم معلومات اور بے خبری کے دھند لکوں میں گم ہے اور اس کے نقش محض پتھروں پر اپنے وجود کی گواہی ثبت کیئے ہوئے ہیں۔ (جس پر تحقیقات جاری ہیں) بلتستان میں حیات انسانی ضرورت سے زیادہ اندیشوں میں مبتلا نہیں ہوئی۔ چنانچہ یہاں زبان تو موجود ہے' مگر رسم الخط مروج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی روایات' تہذیب اور شناخت سینہ بسینہ اگلی نسلوں تک منتقل ہوتی رہیں اور اسی لئے پہاڑوں کی مضبوط فصیلوں سے باہر نہیں نکل سکیں۔ سولہویں صدی عیسوی سے بلتستان کی باقاعدہ اور مستند تاریخ کا آغاز ہوتا ہے جس نے کسی پر اسرار داستان کی مانند بے شمار افسانوی موڑ کاٹتے ہوئے اپنے سفر کو آج کی منزل تک پہنچایا ہے۔ سولہوی صدی سے قبل بلتستان' باقی ماندہ دنیا سے کٹا ہوا ایک چھوٹا سا علاقہ تھا۔ جس کے گرد تنے ہوئے پہاڑ اس کے عوام کی ترقی کی راہ میں مزاحم تھے' تو دشمنوں سے محفوظ رہنے کیلئے موثر ترین حصار بھی تھے

بلتستان کی لوک روایات کا عظیم ترین ہیرو علی شیر خان انچن نے مختصر عرصہ میں مشرق میں لداخ اور مغرب میں چترال کے علاقہ تک کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ قبائلی روایات کے مطابق علی شیر خان انچن نے ان علاقوں کی تعمیر و ترقی کیلئے بہت کام کیا۔ لیکن اس سے زیادہ کارنامے اسکی مغل ملکہ مینڈوق رگیالمو (پھولوں کی شہزادی) نے سر انجام دیئے اس نے بلتستان کی وادی کو جدید انداز سے آراستہ کیا لیکن یہی بات اس کی موت کا سبب بھی بنی۔ علی شیر خان انچن کا بیشتر وقت جنگ وجدل میں مصروف بلتستان سے باہر گزرتا تھا۔ اسکی غیر موجودگی میں ملکہ تعمیراتی کام کراتی تھی۔ ایک موقع پر علی شیر خان جب واپس آیا تو اس نے کہا ملکہ مینڈوق تم نے میرے وطن کو جنت بنادیا ہے جس کے لئے انعام واکرام کی بہترین حقدار ہو۔ لیکن ساتھ ہی تم نے میرے مضبوط قلعہ کھر فوچو تک راستہ بنوا کر دشمنوں کی رسائی کو آسان بنادی ہے جس کی سزا پھانسی ہے۔ اگرچہ انہوں نے ملکہ کو پھانسی تو نہیں دی لیکن ملکہ کو اس تذلیل اور بے وقعتی کا اس قدر صدمہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد مر گئی۔ انچن کی موت کے بعد بلتستان میں شورشیں عروج پر پہنچ گئیں اور نظام حکومت درہم برہم ہو گیا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد جب تحریک آزادی اپنے عروج پر تھی' بلتستان کی سو فیصد مسلم آبادی نے پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کیا۔ تاہم انہیں اس کا حق نہ دیا گیا۔ 1948ء میں آزادی کشمیر کیلئے لڑی جانیوالی جنگ کے

دوران عوام نے بھارتی افواج کو رسواکن شکست سے دوچار کیا۔

پہاڑوں کی قدرتی فصیل میں گھرے ہونے کے ساتھ ساتھ کئی ممالک کی سرحدوں سے نزدیک ہونے کے باعث بلتستان کی جغرافیائی اہمیت کا احساس بڑھ گیا ہے۔ خاص طور پر 1984ء میں بھارت کی جانب سے 72 کلو میٹر طویل اور 9 کلو میٹر عریض 20,500 فٹ بلند سیاچن گلیشیئر پر قبضہ کی کوشش اور پچھلے سال مجاہدین کشمیر اور ناردرن لائٹ انفنٹری کے شخمہ 'کرگل' دراس اور سیاری طور تک سیکٹروں میں ایک وسیع علاقے پر قبضے اور انڈیا کے کئی جہازوں اور ہیلی کاپٹروں کے مار گرانے کے بعد تو اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

اگرچہ اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے سامنے ہماری حکومت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی' تاہم ان پہاڑی مورچوں کا سیاست کی میز سے کہیں زیادہ مضبوط ہونا آشکار ہوا۔

بلتستان کے عوام کا تہذیب سے رشتہ بہت قدیم ہے اور ہر گزرتا لمحہ اپنی تاریخ یہاں کے لوگوں کے دلوں پر کندہ کرتا جارہا ہے۔ شاید اسی لئے یہاں کے عوام اب تک انہی طور طریقوں اور بودوباش کے عادی ہیں۔ جو شہروں میں رفتہ رفتہ جدید تہذیب کے دھوئیں میں گم ہوتے جارہے ہیں۔ ان کا ذریعہ معاش محنت مزدوری' کھیتی باڑی یا سیاحوں کیلئے بحیثیت گائیڈ و قلی کام کرنا ہے۔

اب سے کچھ عرصہ قبل تک فلک بوس پہاڑوں کے باعث یہ علاقہ کسی کی نظر میں نہیں آسکا تھا۔ اور اس کا حسن' عشاقان فطرت کی نگاہوں سے اوجھل تھا۔ لیکن پھر گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بلتستان کے حسن کے افسانے عام ہوتے گئے اور سیاح جوق درجوق ادھر کا رخ کرنے لگے۔ اس وقت سالانہ ہزاروں کی تعداد میں سیاح یہاں آتے ہیں اور دلکش نظاروں کی لازوال یاد اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔ سیاحوں کی آمدورفت نے اس علاقہ کی قسمت کو تبدیل کردیا ہے۔ چنانچہ اب تعمیراتی کام تیزی سے جاری ہے اور گزشتہ چند برسوں کے دوران اس علاقہ کے سحر انگیز قدرتی حسن کو محفوظ کرنے کیلئے متعدد منصوبے مکمل کئے گئے ہیں۔ اب سے کچھ عرصہ قبل تک سڑکوں کی عدم موجودگی کے باعث بلتستان کے بلند و بالا پہاڑوں کو عبور کرکے پتھریلی چٹانوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے یہاں تک پہنچنا بہت مشکل تھا اور محض مہم جو کوہ پیما ہی اپنی ہمت اور کوشش سے یہاں وارد ہوتے تھے۔ اب یہاں سڑکوں کا جال سا بچھا ہوا ہے۔ جن پر بسیں' ٹرک' جیپیں' کاریں اور فوجی گاڑیاں شب و روز رواں دواں نظر آتی ہیں۔ ذرائع آمدورفت' یہاں کے عوام کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ بھی ہے۔ یہاں کے ٹرانسپورٹرز میں زیادہ تر لوگ مشرق وسطی سے واپس آئے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی سینکڑوں افراد بیرون ملک کام کررہے ہیں۔ جس کی وجہ سے اب یہ علاقہ تہذیبی و معاشرتی طور پر

تیزی سے جدیدیت کی طرف گامزن ہے۔

بلتستان میں بجلی' پانی اور شہری سہولتوں کا محض تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ چند علاقوں کے سوا پوری وادی میں فراہمی و نکاسی آب کا انتظام سرے سے موجود ہی نہیں۔ جس کی بنا پر حفظان صحت کا معیار خطرناک حد تک نیچے ہے۔ پینے کے صاف پانی تک عدم رسائی کے باعث یہاں شرح اموات بہت زیادہ ہے۔ جس سے نمٹنے کیلئے کثرت عیال کی روایت عام ہے۔ کٹھن پہاڑی زندگی سے دم بدم مقابل ہونے کی وجہ سے لڑکوں کو لڑکیوں پر فوقیت دی جاتی ہے۔

غربت کی وجہ سے بلتستان میں ایک ہی چھت کے نیچے کئی خاندان رہائش اختیار کرتے ہیں۔ جن کا اوڑھنا بچھونا اور کھانا پینا لکڑی اور پتھروں سے بنے نیچی چھت والے گھروں تک ہی محدود ہوتا ہے۔ شدید سردی' برفباری اور طوفانی بارشوں کی وجہ سے ان لوگوں کا زیادہ تر وقت اپنے گھر میں ہی گزرتا ہے۔ جہاں دھوپ اور ہوا کا گزر مشکل ہی سے ہو سکتا ہے۔ سردی سے بچاؤ کیلئے گھروں میں آتشدان موجود ہوتے ہیں۔ مقامی زبان میں جسے بخاری کہا جاتا ہے جن سے دھوئیں نکلنے کیلئے چمنی کا استعمال کم ہوتا ہے۔ تعلیم کی کمی کے باعث لوگ موذی بیماریوں کے شکار ہوتے رہتے ہیں۔ پورے بلتستان میں علاج معالجہ کیلئے آلات سے مزین ایک ہی ہسپتال ہے اس اکلوتے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں اکثر ڈاکٹر صاحبان صرف ان مریضوں کی صحیح تشخیص کرتے ہیں جو اپنے کلینک پر آتے ہیں۔ یہاں ٹی بی' کالی کھانسی' امراض چشم' یرقان اور مختلف جلدی بیماریاں عام ہیں۔ اس کے علاوہ آئیوڈین کی کمی سے گلے میں رسولی بھی عام نمودار ہوتی رہتی ہے۔ جس کو دور کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے آئیوڈین ملے نمک کے استعمال پر زور دیا جاتا ہے۔ تاہم خاندانی منصوبہ بندی کے یہودی مکر و فریب کے شبہ میں عوام کی اس میں دلچسپی مفقود نظر آتی ہے۔

غربت و افلاس کی چکی میں پسی ہوئی یہاں کی عورتوں کی زندگی گھریلو کام کاج اور کاشتکاری پر منحصر ہے۔ ایک ہی گھر میں کئی کئی خواتین کی موجودگی کے باوجود یہاں کی گھریلو زندگی انتہائی پر سکون ہے اور گھروں کی تنگی ان کے دلوں کی وسعت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یہاں تعلیم یافتہ عورتوں کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ معاشرتی شعور ابھی ارتقائی مراحل میں ہی ہے۔ لڑکیوں کی چھوٹی عمر میں ہی شادی کرا دی جاتی ہے اس سلسلے میں عمر کی تفریق یا جذباتی ہم آہنگی کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ والدین اور بزرگوں کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔ عورتیں روایتی پردہ کا سختی سے احترام کرتی ہیں اور گلیوں' بازاروں یا کھیتوں میں کسی مقامی عورت کا بے پردہ نظر آنا ناممکن ہے۔ فطری ماحول' ذہنی سکون اور خالص خوراک نے یہاں کے رہنے والوں میں حسن و دلکشی کے رنگ بھر دیئے ہیں' بجا طور پر بلتستانی عوام کو خوبصورتی کے اعتبار سے دنیا کے مصنوعی حسن پر کمال فوقیت حاصل ہے۔